# علم جرح وتعدیل کا تعارفی جائزہ

# *An Introductive review to the Science of Jarh wa al Ta'dil*

محمد سعید شفیق[i] نجم الحسن[ii]

***Abstract***

*This study aims to investigate a hadith (prophetic tradition) whether it is acceptable or unacceptable based on the trustworthiness and weaknesses of narrator in the hadith scholars view. The issues arise when numerous of hadith are found not supported by references, resources and status. This study allows us to make an assessment from the point of acceptance to the hadiths which are carried by a person whether authenticated (sahih), weak (da'if), or fabricated (mawdu') and from its sources and references. This study focuses on the study of hadith literature which will be analyzed individually to determine its validity. This science is the cornerstones in the field of hadith as a science that very important for us to know the status of a hadith. By using descriptive analysis methodology this study aims and expected as contribution to the Muslim community because the people often use hadith without explaining the status. The study found that most of the Hadiths that have been documented are not specified in term of source and status.*

*The existence of this science could help the public to understand how the precision of hadith scholars in maintaining the authority of hadith as the second foundational source after the Qur'an should be guarded.*

i پی ایچ۔ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii پی ایچ۔ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

***Key words**: Legitimation ,Hadith ,authentic, fabricated*

اسلام دین فطرت ہے جس کی جملہ تفصیلات و جزئیات کا علم قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے ذریعے ہوتا ہے۔اسلامی تعلیمات کے ان دونوں سرچشموں کی نوعیت لازم وملزوم کی سی ہے۔انہیں اگر کم فہمی سے ایک دوسرے سے جدا کرنے کی کوشش کی جائے تو اسلامی تہذیب وتمدن کے ایوان کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے قرآن مجید اگر وحی متلو ہے تو حدیث وحی غیر متلو ہے۔جس محفوظ طریق پر قرآن مجید کا نزول ہوا، بعینہ اس کے اصولوں اور احکامات کی تشریح و توضیح بھی پوری حفاظت اور ذمہ داری کے ساتھ انہی ہاتھوں میں محفوظ ہوئی، جنہیں قرآن مجید کی آیات بینات کو قیدِ کتابت میں لانے کی سعادت اور توفیق مرحمت ہوئی۔آپ ﷺ نے اگر ایک طرف حدیث کو یاد کرنے اور اس کی حفاظت واشاعت کی فضیلت بیان فرمائی تو دوسری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنے پر سخت وعید بھی سنائی، فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[1]

"جس نے جان بوجھ کر میری جانب کوئی جھوٹی بات منسوب کی تو اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں ہمارے لئے تفصیلی معلومات کا اہم ترین ذریعہ حدیث ہیں۔احادیث اور اس سے متعلق معلومات کی تدوین امت مسلمہ کا ایسا کارنامہ ہے جو اس سے پہلے کسی اور قوم نے انجام نہیں دیا۔علم حدیث میں کسی بھی حدیث کے دو حصے مانے جاتے ہیں: ایک حصہ اس کی سند اور دوسرا متن۔"سند" سے مراد وہ حصہ ہوتا ہے جس میں حدیث کی کتاب کو ترتیب دینے والے امام حدیث سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک کے تمام رواۃ کی مکمل یا نامکمل زنجیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

"متن" حدیث کا اصل حصہ ہوتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد، آپ کا کوئی عمل یا آپ سے متعلق کوئی حالات بیان کئے گئے ہوتے ہیں۔سند کی تحقیق میں سند کا حدیث کی کتاب کے مصنف سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک ملا ہوا ہونا اور راویوں پر جرح وتعدیل شامل ہیں ۔حدیث کا متن حدیث کی سند پر موقوف ہے، سند صحیح متصل سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو اس کی

تمام ذمہ داریاں لازم آجاتی ہیں، حدیث اگر حجت ہے اور اس پر عمل واجب ہے تو اس کی سند معلوم کرنا اور اسکے راویوں کی جانچ پڑتال کرنا سب علم دین قرار پائے گا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ [2]

"مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی رو سے راوی کی بات کی تحقیق کرنا ایک عظیم دینی ذمہ داری ہے جو سامع پر عائد ہوتی ہے، سو اسناد کو پہچاننا اور راویوں کو جاننا خود دین ہوگا۔

ہر خبر کی تفتیش کا سلیقہ ہر انسان نہیں رکھتا، بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں؛ کہ ان کی تفتیش خاص افراد ہی کرسکتے ہیں، یہ تفتیش کے محکمہ جات کی طرف اشارہ ہے، ہر خبر کی تحقیق کے لیے اس کے مناسب اہلیت درکار ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا [3]

"جب ان کے پاس کوئی امن یا ڈر کی کوئی خبر آتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں، اگر اس کو رسول یا اپنے علماء وحکام تک پہنچادیتے تو جو ان میں ملکہ استنباط رکھنے والے شخص تھے وہ اس کو پورے طور پر معلوم کر لیتے۔"

روایتی پہلو میں جو چیز سب سے زیادہ حائل ہوسکتی ہے وہ مخبر اور شاہدوں کا بیان ہے؛ اس لیے ان کو یہ تعلیم دی گئی؛ کہ اپنے بیان اور گواہی میں پوری احتیاط سے کام لیں، جھوٹ یا طرفداری کا شائبہ نہ آنے پائے؛ اس لیے جھوٹ بولنے یا ایک دوسرے پر جھوٹا الزام لگانے کی اتنی مذمت کی گئی کہ اس سے بدتر سوسائٹی کا کوئی عیب نہ رہا۔ان بنیادی اصول کی روشنی میں مذہب اسلام جتنی ترقی کرتا رہا، اسی قدر اس کے بنیادی تنقید کے اصول بھی ساتھ ساتھ ترقی کرتے رہے؛ حتی کہ اسناد، جرح وتعدیل، احوال رواۃ ہر ایک کے لیے جدا جدا مستقل فن مرتب ہوگئے۔

## علم اسماء الرجال کی مختصر تاریخ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت قرآن مجید کی شہادت کے مطابق

عدالت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْه [4]

ان کے یہاں حدیث کی روایت میں غلط بیانی اور زندگی کے عمومی حالات میں بھی کذب بیانی کا تصور نہیں تھا اس لیے ابتداء میں حدیث کے روایت میں سند یا رواۃ کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی بلکہ بعض اوقات حدیث کے سند کے سوال پر بعض صحابہ کرام کو غصہ ہوتی بھی پایا گیا ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اگر یہ پوچھ لیا جاتا تھا کہ آپ نے حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو غضبناک ہو جاتے اور فرماتے:

ما كان بعضنا يكذب على بعض [5]

"ہم میں سے کوئی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔"

سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت تک صحابہ کرام حدیث کی روایت میں اپنے اسی نہج پر قائم رہے۔ لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب امت اسلامیہ مختلف داخلی اور خارجی فتنوں کے زد میں آگئی، مختلف مذہبی اور سیاسی جماعتیں وجود میں آگئی اور یہ جماعتیں اپنے اپنے موقف کے تائید کے لیے حدیث رسول میں غلط بیانی بلکہ کذب بیانی پر آمادہ ہو گئیں اور حدیثیں گڑھی جانے لگیں، اس وقت علمائے امت نے حدیث کے تثبت اور تحقیق کے لیے سند اور رجال کی تفتیش شروع کر دی۔ تابعی کبار امام محمد ابن سیرین فرماتے ہیں:

لم يكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم[6]

" پہلے لوگ اسناد کے متعلق سوال نہیں کرتے تھے، لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو رجال کے متعلق سوال کیا جانے لگا اور دیکھا جاتا کہ جو اہل سنت ہیں ان کی حدیث لے لی جاتی اور جو اہل بدعت ہیں ان کے حدیث نہیں لی جاتی۔"

اس بیان سے واضح ہے کہ امام محمد بن سیرین نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ظاہر ہونے والے فتنہ کو رجال حدیث کے تفتیش کا مبدا قرار دیا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے درمیان اہل سنت اور اہل بدعت کا امتیازی خط بھی کھینچ دیا ہے۔ الغرض کبار تابعین کے دور میں رجال حدیث سے متعلق سوال کیا جاتا تھا البتہ صحابہ کرام اور کبار تابعین کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد جب کذب بیانی عام بات ہو گئی اور حدیثیں کثرت سے گڑھی جانے لگیں اس وقت سند کا ذکر محدث کے لیے ایک لازمی امر بن گیا بلکہ اس کے بغیر اس کی حدیث قابل قبول نہیں سمجھی جاتی تھی۔

اس طرح دوسری صدی ہجری کے ابتداء کے ساتھ ہی حدیث کے سند اور اس کے رجال کا ذکر حدیث کے صحت و قبولیت کے لیے ضروری قرار پائی اور اس کا اندازہ اس دور کے محدثین کرام کے درج ذیل اقوال سے بھی ہوتا ہے۔ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم [7]

"بے شک یہ علم دین ہے سو دیکھ لیا کرو کہ کن لوگوں سے تم اپنا دین اخذ کر رہے ہو۔"

امام نوویؒ نے اس پر یہ باب باندھا ہے۔

باب بيان أن الاسناد من الدين وأن الرواية لا تكون الا عن الثقات[8]

"سند لانا دین میں سے ہے، روایت ثقہ راویوں سے ہو، راویوں پر اس پہلو سے جرح کرنا جو ان میں ہو جائز ہے؛ بلکہ یہ واجب ہے۔"

امام یحیی بن سعید القطان فرماتے ہیں:

أول ما فتش عن الاسناد هو عامر الشعبي [9]

"عامر شعبی نے حدیث کے سند کے بارے میں سب سے پہلے تفتیش کیا۔"

امام ابن شہاب زہری جن کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے ایک مرتبہ وہ اسحاق بن ابی فروہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ابن ابی فروہ نے کہنا شروع کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ امام زہری غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے:

قاتلك الله يا ابن أبي فروة، ما أجرأك على الله لا تسند حديثك؟ تحدثنا بأحاديث ليس لها خطم ولا أزمة! [10]

"اے ابن ابی فروہ اللہ تمہیں غارت کرے، تمہاری یہ جرأت کہ اپنے حدیث کی سند بیان نہیں کرتے ہو اور ہمیں ایسے حدیثیں سناتے ہو جن کا کوئی سر پیر نہیں ہے۔"

علم اسناد کی یہاں تک اہمیت ہو گئی کہ امام عبداللہ بن مبارک نے اس کا سیکھنا دین قرار دیا، آپ فرماتے ہیں:

الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء [11]

"علم اسناد بھی دین کا ہی ایک حصہ ہے اور اگر سند ضروری نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہے کہہ سکتا تھا۔"

قبول روایت کا معیار آپ کے ہاں اتنا وقیع تھا؛ کہ جو شخص سلف (پہلے بزرگوں) کو برا بھلا کہے، اس کی روایت نہ لینے کا حکم فرماتے تھے، ایک موقع پر فرمایا:

دعوا حديث عمرو بن ثابت فإنه كان يسب السلف [12]

"عمرو بن ثابت کی روایت چھوڑ دو وہ تو سلف صالحین کو برا کہتا تھا۔"

**امام شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں:**

كل حديث ليس فيه حدثنا وأخبرنا، فهو خل وبقل [13]

"جس حدیث کے سند نہ ہو اس کے حیثیت ساگ سبزی سے زیادہ نہیں ہے۔"

**امام علی بن المدینی فرماتے ہیں:**

التفقة في معاني الحديث نصف العلم ومعرفة الرجال نصف العلم[14]

"معانی حدیث میں غور کرنا نصف علم ہے تو معرفت رجال بھی نصف علم ہے۔"

**حافظ شمس الدین سخاوی (وفات ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:**

هو فن عظيم الوقع من الدين قديم النفع به للمسلمين لا يستغنى عنه ولا يعتنى بأعم منه خصوصا ما هو القصد الأعظم منه وهو البحث عن الرواة والفحص عن أحوالهم في ابتدائهم وحالهم واستقبالهم لأن الأحكام الاعتقادية والمسائل الفقهية مأخوذة من كلام الهادي من الضلالة والمبصر من العمى والجهالة [15]

"راویوں کی تاریخ اوران کی وفات کے سنین کا جاننا دین کا ایک عظیم الوقعت فن ہے، مسلمان ابتداء سے اس سے استفادہ لیتے آئے ہیں، اس سے استغنا نہیں برتا جاسکتا نہ اس سے زیادہ کوئی اور موضوع اہم ہو سکتا ہے، خصوصا اس کی عظیم مقصد سے اور وہ راویوں کے حالات کو کھولنا اوران کے حالات کی ان کے ماضی، حال اور استقبال کے ساتھ تفتیش کرنا ہے، اعتقادی ابواب اور فقہی مسائل اس کلام سے ماخوذ ہیں جو ضلالت سے بچ کر ہدایت دے اور گمراہی اور اندھاپن سے ہٹا کر راہ دکھائے۔"

## جرح وتعدیل کا تعارف

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہم تک راویوں کی وساطت سے پہنچی ہے۔ ان کے بارے میں علم ہی حدیث کے درست ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد ہے۔ اسی وجہ سے حدیث کے ماہرین نے راویوں کے حالات اور ان سے روایات قبول کرنے کی شرائط بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ شرائط نہایت ہی گہری حکمت پر مبنی ہیں اور ان شرائط سے ان ماہرین حدیث کے گہرے غور وخوض اور ان کے طریقے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ شرائط کا تعلق راوی کی ذات سے ہے اور کچھ

شرائط کا تعلق کسی راوی سے حدیث اور خبریں قبول کرنے سے ہے۔ دور قدیم سے لے کر آج تک کوئی ایسی قوم نہیں گزری جس نے اپنے افراد کے بارے میں اس درجے کی معلومات مہیا کرنے کا اہتمام کیا ہو۔ کوئی قوم بھی اپنے لوگوں سے خبریں منتقل کرنے سے متعلق ایسی شرائط عائد نہیں کر سکی جیسی ہمارے علمائے حدیث نے ایجاد کی ہیں۔ ایسے رُواۃ جن کے احوال کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو سکے اُن کے بارے میں یہ خطرہ ہے کہ کسی غلط خبر کو صحیح سمجھ لیا جائے۔ اس وجہ سے ایسی روایات کے سچے یا جھوٹے ہونے کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔

### جرح کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

جرح دراصل راوی کی عدالت یا ضبط پر ایسی تنقید کا نام ہے جس سے اس کی حیثیت داغ دار اور مجروح ہوجائے، لغت میں جرح کے اصل معنی اسلحہ سے زخمی اور مجروح ہونے کے ہیں:

جَرَحَهَ يَجْرَحُه جَرْحا، أثر فِيهِ بِالسِّلَاحِ [16]

اور جب یہ لفظ حاکم اور شاہد و گواہ کے سیاق وسباق میں استعمال ہوتا ہے تو اِس کا مطلب ہوتا ہے کہ حاکم کو گواہ کی کذب بیانی یا ایسی ہی کسی خصلت کا علم ہو گیا ہے، جس کی بناء پر اس کی شہادت قابل قبول نہیں رہی۔

جَرَح الحاكمُ الشاهدَ إذا عثر مِنْهُ عَلَى مَا تَسْقُطُ بِهِ عَدَالَتُهُ مِن كَذِبٍ وَغَيْرِهِ[17]

بعد میں اس لفظ کے محل استعمال حاکم کی تخصیص باقی نہیں رہی اور مطلق رد شہادت کے موقع پر اس کا اطلاق کیا جانے لگا۔

وَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ فِي غَيْرِ الْحَاكِمِ، فَقِيلَ: جَرَحَ الرجلَ غَضَّ شَهَادَتَهُ [18]

چونکہ روایت حدیث کو شہادت اور حدیث کے راوی کو گواہ سے کئی وجوہ سے مشابہت حاصل ہے اس لئے محدثین نے جب کسی راوی حدیث پر کلام کیا یا اس کی روایت کو ردّ کر دیا تو اس کے لئے "جرح" کی اصطلاح وضع کی گئی۔

حافظ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:

هو وصف الراوي بما يقتضي تليين روايته أو تضعيفها أو ردها[19]

"اصطلاح محدثین میں جرح سے مراد "راوی کے اس وصف کا بیان ہونا ہے جس سے اس کی عدالت اور ضبط کو عیب دار بنائے جس سے اس کی روایت کمزور یا مردود ہو جائے۔"

## تعدیل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

تعدیل کا مادہ عدل ہے یہ لفظ ظلم کا متضاد ہے عدل وہ لوگ کہلاتے ہیں جن کی بات پسندیدہ اور قابل قبول ہو:

العدل من الناس:المرضی قوله وحکمه [20]

اور عدل وعادل وہ شخص کہلاتے ہیں جن کی گواہی میں کوئی مضائقہ نہ ہو۔

حافظ ابن حزم نے عدل کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:

العدل هو القيام بالفرائض واجتناب المحارم والضبط لما روي واخبر به فقط [21]

"عدل سے مراد فرائض کا قیام اور حرام چیزوں سے بچنا ہے اور وہ چیز جو روایت کرے اور بتائے اس کو اچھی طرح سے یاد کرنا ہے۔"

تعدیل کا مطلب ہوا تحقیق کے بعد کسی کو معتبر یا عادل قرار دینا۔

## علم جرح وتعدیل کی تعریف

علم جرح وتعدیل کی سب سے قدیم تعریف حافظ عبدالرحمن ابن ابی حاتم نے کی ہے:

أظهر أحوال أهل العلم من كان منهم ثقة أو غير ثقة [22]

"اہل علم کے احوال کا ظاہر کرنا کہ ان میں کون ثقہ ہے اور کون غیر ثقہ۔"

علم جرح وتعدیل کی مشہور تعریف یوں ہے:

علم يبحث فيه عن جرح الرواة وتعديلهم بألفاظ مخصوصة وعن مراتب تلك الألفاظ[23]

"علم جرح وتعدیل ایسا علم ہے جس کے ذریعے راویوں کے جرح وتعدیل کے بارے میں مخصوص کلمات اور ان کے مراتب کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔"

## مشروعیت جرح وتعدیل

جرح وتعدیل کا اصل مقصد شریعت کی حفاظت کرنا، ہر طرح کے فتنوں سے اس کو پاک رکھنا اور مدخول چیزوں سے اس کو پاک رکھنا ہے، اس سے کسی کی عیب جوئی مقصود ہے نہ کسی کی

خوشنودی حاصل کرنا، بلکہ اس کا مقصد اظہار حقیقت ہے تاکہ اس کی روشنی میں احادیث رسول اللہ ﷺ کی دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کی جاسکے ،اس لیے شریعت نے اس کی اجازت دے رکھی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ [24]

"مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔"

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو جو جھوٹی خبریں دیتا ہو اس کی حقیقت معلوم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس پر فاسق کا حکم لگایا ہے جو اس پر ایک طرح سے جرح ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«من حدث عني بحديث يرى أنه كذب، فهو أحد الكاذبين» [25]

"جو شخص میری جانب جھوٹ منسوب کر کے حدیث بیان کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹی بات ہے تو جھوٹوں میں ایک جھوٹا وہ بھی ہے۔"

یہاں پر اللہ کے رسول نے صحیح اور ضعیف کے معرفت کی ترغیب دی ہے اور موضوع روایتوں کی روایت سے منع کیا ہے وہیں اس طرح کا کام کرنے والوں کو دروغ گو اور "کذاب" بھی کہا ہے جو جرح شدید ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے جرح وتعدیل دونوں ثابت ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مشہور ہے:

عن عائشة: أن رجلا استأذن على النبي صلى الله عليه وسلم، فلما رآه قال: «بئس أخو العشيرة، وبئس ابن العشيرة» فلما جلس تطلق النبي صلى الله عليه وسلم في وجهه وانبسط إليه، فلما انطلق الرجل قالت له عائشة: يا رسول الله، حين رأيت الرجل قلت له كذا وكذا، ثم تطلقت في وجهه وانبسطت إليه؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يا عائشة، متى عهدتني فحاشا، إن شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة من تركه الناس اتقاء شره» [26]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی، جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ قبیلے کا برا بھائی اور برا بیٹا ہے، جب وہ

بیٹھ گیا تو آپ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے ملے، جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جب آپ نے اس آدمی کو دیکھا تو اس طرح فرمایا پھر آپ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کے ساتھ ملے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ تم نے مجھے فحش گو کب دیکھا ہے؟ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے برا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا ہوگا، جس کو لوگ اس کی برائی سے محفوظ رہنے کے لئے چھوڑ دیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے شر سے بچنے کے لیے اس کا ترک کرنا درست ہے، اس طرح سے راویوں کے شر سے بچنے کے لیے ان کو متروک قرار دینا درست ہے، اس لیے کہ "بئس أخو العشيرة " جرح صریح کے مترادف ہے۔

عن سهل بن سعد، قال: مر رجل على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: «ما تقولون في هذا؟» قالوا: حري إن خطب أن ينكح، وإن شفع أن يشفع، وإن قال أن يستمع، قال: ثم سكت، فمر رجل من فقراء المسلمين، فقال: «ما تقولون في هذا؟» قالوا: حري إن خطب أن لا ينكح، وإن شفع أن لا يشفع، وإن قال أن لا يستمع، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «هذا خير من ملء الأرض مثل هذا» [27]

"سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک آدمی کے گذرنے پر آپ نے پوچھا تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا اگر کہیں نسبت ہو جائے تو نکاح کے قابل ہے، اگر کسی کی سفارش کرے تو منظور کر لی جائے، اگر کوئی بات کہے تو دلجمعی سے سنی جائے، پھر ایک دوسرا مسلمان فقیر گذرا، آپ نے پوچھا اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کسی کے ہاں پیغام نکاح بھیجا جائے تو نکاح نہ کرے، اگر سفارش کرے تو منظور نہ کی جائے، اگر کوئی بات کہے تو توجہ (ہی) نہ کی جائے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم روئے زمین کے برتر لوگوں سے یہ فقیر بہتر ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح و تعدیل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خود معیار ومثال قائم فرمادی تھی اور دوسرے لوگوں کے بارے میں معلومات مہیا کرنے کو برا نہیں سمجھا بلکہ حوصلہ افزائی کی بشرطیکہ اس میں خیر کا پہلو مضمر ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے تعدیل بھی ثابت ہے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

إن عبد الله رجل صالح، لو كان يصلي من الليل» [28]

"عبداللہ بن عمر بہت نیک آدمی ہیں، کاش کہ یہ رات میں نماز ادا کرتے۔"

یہ ایک طرح سے ان کی تعدیل ہے۔اہل علم نے لفظ "صالح" کو بھی عدالت کے لیے استعمال کیا ہے۔

عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جب دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے گواہوں پر بالاجماع جرح ہو سکتی ہے اور ان کا تزکیہ کیا جا سکتا ہے تو دین کی حفاظت کے لیے راویوں پر جرح بدرجہ اولیٰ کی جا سکتی ہے اس لیے کہ انہیں لوگوں پر اسلام اور دینِ شریعت کا دار و مدار ہے اور حلال و حرام کی معرفت میں احتیاط برتنا حقوق و اموال میں احتیاط برتنے سے زیادہ اہم ہے[29]۔

## جرح وتعدل کی اصولی حیثیت

جرح ایک دینی ضرورت اور فطری عمل ہے، جس کا مقصد صرف شریعت کی حفاظت کرنا ہے، نہ کہ لوگوں پر طعن و تشنیع کرنا یا غیبت کرنا، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی پر جرح صرف عیب جوئی کے لیے کرتا ہے تو اس کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی دفاع کے لیے امت میں ایسے افراد پیدا کر دیے جنھوں نے خیر خواہی کے خاطر روایات پر تحقیق کی، اور ان کا راویوں کے بارے میں یہ کلام غیبت میں سے نہیں ہے بلکہ یہ کام ان پر فرض کفایہ تھا۔اس حوالے سے امام مسلم فرماتے ہیں:

"وإنما ألزموا أنفسهم الكشف عن معايب رواة الحديث، وناقلي الأخبار، وأفتوا بذلك حين سئلوا لما فيه من عظيم الخطر، إذ الأخبار في أمر الدين إنما تأتي بتحليل، أو تحريم، أو أمر، أو نهي، أو ترغيب، أو ترهيب، فإذا كان الراوي لها ليس بمعدن للصدق والأمانة، ثم أقدم على الرواية عنه من قد عرفه، ولم يبين ما فيه لغيره ممن جهل معرفته كان آثما بفعله ذلك، غاشا لعوام المسلمين، إذ لا يؤمن على بعض من سمع تلك الأخبار أن يستعملها، أو يستعمل بعضها ولعلها، أو أكثرها أكاذيب لا أصل لها، مع أن الأخبار الصحاح من رواية الثقات وأهل القناعة أكثر من أن يضطر إلى نقل من ليس بثقة ولا مقنع[30]"

"اور ائمہ حدیث نے راویوں کا عیب کھول دینا ضروری سمجھا اور اس بات کا فتوی دیا جب ان سے پوچھا گیا اس لئے یہ بڑا اہم کام ہے کیونکہ دین کی بات جب نقل کی جائے گی تو وہ کسی امر کے حلال ہونے کے لئے کافی ہوگی یا حرام ہونے کے لئے یا کسی بات کا حکم ہوگا یا کسی بات کی ممانعت یا وہ رغبت وخوف کے متعلق ہوگی تو یہ تمام احکام ونواہی احادیث پر موقوف ہیں جب حدیث کا کوئی راوی خود صادق اور امانت دار نہ ہو اور وہ روایت کو بیان کرے اور بعد والے اس راوی کی ثقاہت کے باوجود دوسرے کو جو اس کو غیر ثقہ کے طور پر نہ جانتا ہو اس کی کوئی روایت بیان کرے اور اصل راوی کے احوال پہ کوئی تنقید وتبصرہ نہ کریں تو یہ مسلمانوں کے ساتھ خیانت اور دھوکا ہوگا کیونکہ ان احادیث میں بہت سی احادیث موضوع اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال سے ناواقفیت کی بناء پر ان احادیث پر عمل کرے گی تو اس کا گناہ اس راوی پر ہوگا جس نے یہ حدیث بیان کی کہ اس حدیث کو سننے والوں کی غیر معمولی تعداد مسلمانوں کی لاعلمی کی وجہ سے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے گناہگار ہو کیونکہ واقعہ میں وہ حدیث ہی نہیں یا کم از کم اس میں تغیر وتبدل کم بیشی تراش خراش کر دی گئی علاوہ ازیں جبکہ احادیث صحیحہ جن کو معتبر اور ثقہ رواۃ نے بیان کیا ہے اس قدر کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ ان کی موجودگی میں ان باطل اور من گھڑت روایات کی مطلقاً ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔"

**امام نووی نے اس کو دینی فریضہ بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:**

إعلم أن جرح الرواة جائز بل واجب بالاتفاق للضرورة الداعية إليه لصيانة الشريعة المكرمة وليس هو من الغيبة المحرمة بل من النصيحة لله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم والمسلمين ولم يزل فضلاء الأئمة وأخيارهم وأهل الورع منهم يفعلون ذلك [31]

"جان لو کہ راویوں پر جرح کرنا جائز ہی نہیں بلکہ باتفاق علماء واجب ہے شریعت اسلامیہ کی حفاظت کی خاطر اور یہ غیبت نہیں ہے بلکہ مقصود اللہ ورسول نیز مسلمانوں کے ساتھ نصیحت ہے نہ کہ کسی کی عیب جوئی، اکابرین علم کا اسی پر عمل رہا ہے۔"

**ابو بکر خلاد نے یحیی بن سعید سے کہا:**

أما تخشى أن يكون هؤلاء الذين تركت حديثهم خصماءك عند الله!

"کیا آپ کو اس بات کا خوف نہیں کہ وہ راویان حدیث جن کی حدیثوں کو آپ نے ترک کر دیا ہے، اللہ تعالی کے ہاں آپ کے مقابل خصم بن کر آئیں۔"

**توآپ نے جواب دیا:**

لأن يكونوا خصمائي أحب إلي من أن يكون خصمي رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول لم لم تذب الكذب عن حديثي [32]

"ان کا میر خصم ہونا مجھے پسند ہے اس سے کہ میرا خصم رسول اللہ ﷺ بن جائیں اور وہ مجھے کہیں کہ تم نے میرے حدیث سے کذاب اور جھوٹوں کو رد کیوں نہیں کیا۔"

**حافظ ابن حبان لکھتے ہیں:**

إنما الغيبة ما يريد القائل القدح في المقول فيه وأئمتنا – رحمة الله عليهم – فإنهم إنما بينوا هذه الاشياء، وأطلقوا الجرح في غير العدول لئلا يحتج بأخبارهم، لا أنهم أرادوا ثلبهم والوقيعة فيهم والاخبار عن الشئ لا يكون غيبة إذا أراد القائل به غير الثلب[33]

"کسی پر مجرد عیب لگانے کے لیے جرح کیا جائے تو اس کو غیبت کہا جاتا ہے، ہمارے ائمہ رحمہم اللہ نے ان چیزوں کو جو بیان کیا ہے اور غیر عدول پر جو جرح کا استعمال کیا ہے تو اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کی روایت قابل قبول نہیں، نہ کہ ان پر عیب لگانا مقصد تھا کسی چیز کی خبر دینا اگر خبر دینے والے کا مقصد عیب جوئی نہ ہو تو غیبت نہیں ہوتی۔"

**حافظ سخاوی لکھتے ہیں:**

وقد شرط في الحقوق المالية رعاية العدالة وثبوت الأهلية وأحرى إن بتعين ذلك في الإحكام الشرعية صوناً لها عن التغيير والتحريف خصوصاً ممن غلب عليه هواه فأضله عن هداه كالمبتدعة والدعاة إلى الضلال فيجب الاحتياط بكشف أحوال نقله الأخبار والتفرقة بين من يوثق بقوله ويركن إلى روايته وبين من يجب الإعلام بحاله فلا ينكر على من اعتمد في قوله على أقوال المعروفين بذلك المجانبين للأهواء بل يكون فاعل ذلك محمودا مثابا إذا صدقت نيته واستقامت طريقته" [34]

"اس کا خیال رکھنا اور اس کو برقرار رکھنا عین ضروری ہے اس لیے کہ دین کا نقصان دنیا کے نقصان کی بنسبت کہیں زیادہ اہم ہے، جب مالی معاملات میں اہلیت کا ثبوت اور سیرت کی پاکیزگی کا لحاظ شرط ہے تو شرعی امور میں تو بدرجہ اُولی اس کا لحاظ کیا جانا چاہئے تاکہ شریعت کے احکام تبدیلی اور تحریف سے محفوظ رہیں۔ خاص طور سے اُن لوگوں کے ہاتھوں جو اپنی خواہشات سے مغلوب ہو کر صحیح راستے سے بھٹک جاتے ہیں جیسے بدعت اور گمراہی کی طرف لے جانے والے لوگ۔ چنانچہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ رُواۃ احادیث کے حالات

کھل کر بیان کیے جائیں اور جن کا قول قابلِ وثوق اور روایت باعثِ اطمینان ہو اور جن کے حال کی تشہیر ضروری ہو اُن دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اُس شخص کے لیے جرح کوئی عیب نہیں جو مشہور و معروف اور تعصبات سے مبرا لوگوں کے اقوال پر بھروسہ کرتے ہوئے کچھ کہے، بلکہ ایسا کرنے والا قابل تعریف اور مستحق ثواب ہے بشرطیکہ اسکی نیت نیک اور مسلک راست بازی ہو۔"

## حواشی وحوالہ جات

1 صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب العلم(۳) باب اثم من کذب علی النبی ﷺ(۳۹) حدیث(۱۰۷) ادارۃ البحوث والافتاء، ریاض، ۱۴۰۰ھ

2 سورۃ الحجرات ۴۹ :۶

3 سورۃ النساء ۴: ۸۴

4 سورۃ التوبہ ۹: ۱۰۰

5 ابن عدی الجرجانی، الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۷ھ

6 مسلم بن الحجاج نیشاپوری، مقدمہ صحیح مسلم: ۱۱، دار احیاء التراث العربي، بیروت، ۱۴۱۵ھ

7 نفس مصدر

8 مقدمہ مسلم ۱: ۳۸

9 نفس مصدر

10 نفس مصدر

11 نفس مصدر

12 نفس مصدر

13 محمد بن عیسی ترمذی، شرح علل الترمذی ۲: ۳۲، مکتبہ النھضۃ العربیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ

14 ابو محمد الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد الرامھرمزی، المحدث الفاصل بین الراو والواعی: ۳۲۰ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۹ھ

15 شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی، فتح المغیث، باب تواریخ الرواۃ والوفیات ۳: ۳۱۰، مکتبہ السنہ – مصر، ۱۴۲۴ھ

16 ابن سیدۃ، علی بن اسماعیل، المحکم والمحیط الاعظم ۳: ۴۷، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۷ھ

17 ابن منظور الافریقی، لسان العرب ۲: ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۳۰ھ

18 نفس مصدر

19 ابن الأثیر، جامع الأصول ۱: ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۷ھ

20 لسان العرب ۹: ۳۸

21 ابن حزم الظاہری، الإحکام في أصول الأحکام ۱: ۱۴۵، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، بدون تاریخ

22 خطیب بغدادی، الکفایۃ: ۳۸، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۳ھ

23 نواب صدیق حسن قنوجی، أبجد العلوم ۲۱۱: ۲ دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۲۳ھ

24 سورۃ الحجرات ۴۹: ۶

25 مقدمہ صحیح مسلم ۱: ۸

26 صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب مداراۃ من یتقی فحشہ، حدیث (۴۶۹۳)

27 صحیح البخاری، کتاب ا لنکاح، باب الأکفاء فی الدین، حدیث (۵۰۹۱)

28 صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، حدیث (۳۷۴۱)

29 نواب صدیق حسن قنوجی لکھتے ہیں: کما جاز الجرح في الشھود جاز في الرواۃ والتثبت في أمر الدین أولی من التثبت في الحقوق والأموال (الحطۃ في ذکر الصحاح الستۃ: ۸۳)

30 صحیح مسلم المقدمۃ ۱: ۲۱

31 شرف الدین نووی، شرح النووی علی صحیح مسلم ۱: ۱۳۱، دار إحیاء التراث العربي—بیروت، ۱۳۹۲ھ

32 ابن الصلاح، مقدمۃ: ۳۸۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الأولی ۱۴۲۸ھ

33 ابن حبان، المجروحین ۱: ۷، دار الصادر بیروت، بدون تاریخ

34 شمس الدین سخاوی، الاعلان بالتوبیخ لمن ذَمَّ التاریخ: ۵۴، دار الفکر، ۱۳۹۷ھ